فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۸۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: سوئے ہوئے شخص کے سامنے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ فَيُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، وَإِنِّي لَمُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلٰى فِرَاشِ أَهْلِهٖ .

''رسول اللہ ﷺ رات کو نماز کے لیے بیدار ہوتے، قیام اللیل فرماتے، جبکہ میں آپ ﷺ اور قبلہ کے درمیان بستر پر لیٹی ہوتی تھی۔''

(صحيح البخاري : 515، صحيح مسلم : 512)

سوال: تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کانوں سے اوپر تک اٹھانا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں۔ تکبیر تحریمہ میں ہاتھوں کو کندھوں تک یا کانوں تک یا کانوں کی لو تک اٹھانا چاہیے، کانوں کے اوپر تک اٹھانا ثابت نہیں۔

سوال: کھانا حاضر ہو، بھوک بھی لگی ہوئی ہو، اس دوران نماز کا وقت ہو جائے، تو کیا کیا جائے؟

جواب: کھانا تیار ہو، بھوک لگی ہوئی ہو اور نماز کا وقت ہو جائے، تو پہلے کھانا کھانا چاہیے، بعد میں نماز پڑھ لینی چاہیے، ورنہ نماز میں توجہ نہیں رہی گی۔ البتہ اس صورت میں

اگر کھانا چھوڑ کر نماز ادا کرلے، تو نماز درست ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَابْدَؤُوا بِالْعَشَاءِ .

''جب شام کا کھانا لگا دیا جائے اور نماز کھڑی ہو جائے، تو پہلے کھانا کھائیں۔''

(صحيح البخاري :671، صحيح مسلم : 560)

اگر بھوک اتنی نہیں کہ نماز میں توجہ خراب ہو، تو پہلے نماز ادا کر لینی چاہیے، تا کہ جماعت کی فضیلت ضائع نہ ہو۔

سوال: حالت نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اُٹھانا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ اس پر وعید سنائی گئی ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي صَلَاتِهِمْ، فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذٰلِكَ، حَتّٰى قَالَ : لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ .

''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ نماز میں اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ (سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں سخت بات کی، یہاں تک کہ فرمایا: لوگ اس سے باز آ جائیں، یہ نہ ہو کہ ان کی آنکھیں اُچک لی جائیں۔''

(صحيح البخاري : 750)

سوال: نماز کے آغاز میں رفع الیدین کے وقت ہاتھوں کو کانوں یا کانوں کی لو کے

ساتھ مَس کرنا کیسا ہے؟

(جواب): نماز کے شروع میں رفع الیدین کرتے وقت انگوٹھے کے ساتھ کانوں کی لَو کومس کرنا (چھونا) بدعت ہے، نبی کریم ﷺ کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی یا ثقہ امام سے ثابت نہیں۔

۞ احناف کی معتبر کتب میں مندرج ہے:

يَرْفَعُ يَدَيْهِ خِذَاءَ أَذُنَيْهِ وَيَمَسُّ طَرَفَ إِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ وَأَصَابِعُهُ فَوْقَ أُذُنَيْهِ .

''ہاتھ کانوں تک اٹھائے گا، انگوٹھے کانوں کی لَو کو چھوئیں گے اور انگلیاں کانوں کے اوپر تک جائیں گی۔'' (فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۱)

۞ دوسری کتاب میں ہے:

مَاسًّا بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ . ''انگوٹھے کانوں کی لو چھوئیں گے۔''

(الدّر المختار : ٧٤/١)

۞ عید کی تکبیروں کے بارے میں ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَاسًّا بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ .

''ہاتھ اس طور اٹھائے گا کہ انگوٹھے کانوں کی لَو کو چھو رہے ہوں گے۔''

(فتاویٰ شامی: ۱/ ٦١٧)

۞ فقہ حنفی میں ہے:

مَاسًّا بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ .

''انگوٹھوں سے کانوں کی لَو چھوئے گا۔''

(شرح الوِقاية: ۱/۱٤۳)

❀ مزید ملاحظہ فرمائیں:

ذَكَرَ صَاحِبُ هِدَايَةَ أَيْضًا فِي مُخْتَارَاتِ النَّوَازِلِ الْمَسَّ، وَقَالَ الْقُهُسْتَانِيُّ فِي جَامِعِ الرُّمُوزِ: ذُكِرَ فِي النَّظْمِ أَنَّ مُحَاذَاةَ الإِبْهَامِ الشَّحْمَةَ مَسْنُونَةٌ، وَفِي ظَاهِرِ الْأُصُولِ مُحَاذَاةٌ إِلَيْهِ الْأُذُنُ وَيُكْرَهُ التَّجَاوُزُ عَنْهَا وَالْمَسُّ لَمْ يُذْكَرْ فِي الْمُتَدَاوِلَاتِ إِلَّا فِي فَتَاوٰى قَاضِي خَانْ وَالظَّهِيرِيَّةِ وَالْقَوْلُ بِأَنَّهُ لِتَحْقِيقِ الْمُحَاذَاتِ لَيْسَ بِشَيْءٍ.

''صاحب ہدایہ نے بھی ''مختارات النوازل'' میں ذکر کیا ہے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کو چھوئیں، کوہستانی نے ''جامع الرموز'' میں ''نظم'' کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ انگوٹھوں کو کانوں کی لو کے برابر کرنا مسنون ہے، ''ظاہر الاصول'' میں لکھا ہے کہ کانوں کے برابر ہونے چاہیے، کانوں کی لو سے تجاوز کرنا مکروہ ہے، سوائے فتاوی قاضی خان اور ظہیریہ کے کسی متداول کتاب میں کانوں کی لو کو چھونے کا ذکر نہیں ہے اور یہ کہنا کہ کانوں کی لو کو چھونے سے انگوٹھوں کا کانوں سے برابر ہونا ثابت ہو جاتا ہے، فضول بات ہے۔''

(السّعاية في كَشف ما في شرح الوِقاية لعبد الحيّ اللكنوي الحنفي: ۲/۱۵۲)

❀ اس کے ردو جواب میں علامہ عبدالحیٔ لکھنوی (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ لَيْسَ بِسُنَّةٍ مُّسْتَقِلَّةٍ فَإِنَّهُ لَا دَلِيلَ عَلَيْهِ فِي رَوَايَةٍ.

''یہ مستقل سنت نہیں ہے، کیونکہ ہمارے مذہب میں اس پر دلیل نہیں۔''

(عُمدة الرّعاية: ۱/۱٤۳)

❁ مولانا عبدالشکور لکھنوی لکھتے ہیں:

''ہمارے فقہانے جو لکھا کہ انگوٹھے کو کانوں سے مل جانا چاہیے، چنانچہ ہم بھی اوپر لکھ چکے ہیں، وہ صرف اس خیال سے لکھا ہے کہ جس میں ہاتھوں کا کانوں کے برابر اٹھنا یقین ہو جائے، سنت سمجھ کر نہیں لکھا ہے، نہ اس کو سنت سمجھنا چاہیے، اس لئے کسی حدیث سے یہ مضمون ثابت نہیں ہوتا، واللہ اعلم!۔''

(علم الفقہ، حصہ دوم، ص ۲۱۴۔۲۱۵)

ہمارا منصفانہ سوال ہے کہ سنت کی موجودگی میں رفع الیدین کے لئے نیا انداز کیوں؟

❁ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ إِبْهَامَيْهِ فِي الصَّلَاةِ إِلٰى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ .

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انگوٹھے کانوں کی لو تک اٹھاتے دیکھا۔''

(سنن أبي داوٗد : ٧٢٤، ٧٣٧، سنن النسائي : ٨٨٣)

سند ''ضعیف'' ہے، عبدالجبار بن وائل کا اپنے والد وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے سماع ولقا نہیں۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَمْ يُدْرِكْهُ بِاتِّفَاقِهِمْ .

''محدثین کا اتفاق ہے کہ عبدالجبار کا اپنے باپ سے سماع نہیں۔''

(خُلاصة الأحكام : ٤٢٢/١)

ثابت ہوا کہ رفع الیدین میں ہاتھوں کو کانوں کی لو سے مس کرنا ثابت نہیں۔

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مَنْ تَبَيَّنَ لَهٗ مِنَ الْعِلْمِ مَا كَانَ خَافِيًا عَلَيْهِ فَاتَّبَعَهٗ فَقَدْ أَصَابَ وَاهْتَدٰى، زَادَهُ اللّٰهُ هُدًى .

''جس پر علم کا کوئی مخفی گوشہ ظاہر ہوا اور اس نے اسے اپنا لیا، وہ راہ ہدایت پہ ہے، اللہ اسے مزید ہدایت عطا کرے۔''

(التّنبيه على مُشكلات الهِداية : ٥٤٣/٢)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فَحَاذٰى بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ .

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنے انگوٹھے کانوں تک اٹھائے۔''

(سنن الدّارقُطني ٣٤٥/١، المستدرك للحاكم : ٢٦٦/١، السّنن الكُبرٰى للبيهقي : ٩٩/٢)

سند ''ضعیف'' ہے۔

① علاء بن اسماعیل عطار ''مجہول'' ہے، اسے حافظ ابن حجر (التلخیص : ۲۷۱/۱) نے ''مجہول'' کہا ہے، امام حاکم کا اس کی سند کو ''صحیح'' کہنا درست نہیں۔

② اس میں حفص بن غیاث کی تدلیس ہے۔

③ امام ابو حاتم نے اسے ''منکر'' کہا ہے (العِلل : ۱۸۸/۱)

حدیث براء بن عازب بھی ''ضعیف'' ہے، اس میں یزید بن ابی زیاد جمہور محدثین کے نزدیک ''ضعیف'' و ''مدلس'' ہے۔

سوال: کیا ''صلوٰۃ زوال'' ثابت ہے؟

جواب: بعض زوال آفتاب کے بعد دو رکعت نفل نماز ''صلوٰۃ زوال'' کے نام سے

پڑھتے ہیں۔شریعت میں اس کا ثبوت نہیں ملا، نہ ہی اسلاف امت نے اس پرعمل کیا،لہٰذا یہ دین نہیں۔

سوال: نمازِتوبہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: انسان خطا کا پتلا ہے، بھولنا اس کی فطرت اور ودیعت میں شامل ہے،مگر مومن کا شیوہ ہے کہ غلطی پر نادم ہوکر اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہےاور کافر وظالم کا وطیرہ ہے کہ وہ گناہوں پر مصر رہتا ہے،اللہ تعالیٰ کا یہ لطف وکرم ہے کہ وہ اپنے گنہگار بندوں کومغفرت اور معافی کی طرف بلاتا ہے، جواس کے دَر پر حاضر ہو جائے، وہ نہ صرف اسے غفور، بلکہ رحیم پاتا ہے، ہمارے اسلاف کی سنت رہی ہے کہ جب ان سے بھول ہوئی،فوراً رجوع الی اللہ کرتے۔

❁ صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا:

مَا مِنْ عَبْدٍ يُّذْنِبُ ذَنْبًا فَيُحْسِنُ الطُّهُورَ ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ إِلَّا غَفَرَ لَهٗ، ثُمَّ قَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ : ﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ﴾(آل عمران : 135) الْآيَةَ .

''بندہ گناہ کر بیٹھے، پھر اچھی طرح وضو کر کے کھڑا ہو جائے، دو رکعت ادا کرے، اللہ سے معافی کا سوال کرے،تو اللہ اسے معاف کر دیتا ہے،آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وہ لوگ جب برائی یا اپنی جانوں پرظلم کر بیٹھتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اوراپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 10/1، سنن أبي داوٗد : 1521، سنن التِّرمِذي : 604، 3006،

السّنن الكبرىٰ للنّسائي : 11078، عمل اليوم والليلة للنّسائي : 417، سنن ابن ماجه : 1395، شعب الايمان للبَيهقي : 7079، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (623) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' کہا ہے۔

❁ **امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

هٰذَا الْحَدِيثُ طَرِيقُهٗ حَسَنٌ وَّأَرْجُو أَنْ يَّكُونَ صَحِيحًا .

''اس حدیث کی سند حسن ہے اور امید ہے کہ یہ صحیح ہوگی۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال :431/1)

❁ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''جید الاسناد'' کہا ہے۔**

(تهذيب التّهذيب :235/1)

❁ **حافظ علائی رحمہ اللہ اس حدیث کو ''ثابت'' کہا ہے۔''**

(جامع التّحصيل في أحكام المَراسيل، ص 57)

❁ **حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔''**

(تذكرة الحُفّاظ :11/1)

❁ **حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کو ''حسن'' کہا ہے۔**

(تفسير ابن كثير :407/1)

اسماء بن حکم جمہور کے نزدیک ''حسن الحدیث'' ہے۔

سوال: کیا پھانسی یا قتل کی نماز ثابت ہے؟

جواب: حقیقی کامیابی خاتمہ بالخیر ہے، رب تعالیٰ سے اس کی توفیق بھی مانگتے رہنا چاہیے، اس کے لیے ہر لحہ سرگرداں رہنا چاہیے، موت اٹل حقیقت ہے، اس سے کسی کو مفر

نہیں، بڑے بڑے ظالم بھی بالآخر اس کے آہنی پنجوں سے بچ نہ سکے، اگر کسی مومن کو موت سے پہلے عبادت الٰہی کا موقع میسر آ جائے، تو اس کے نصیبے کا کیا کہنا۔ اس موقع پر دو رکعت پڑھنا ثابت ہے۔ انہی دو رکعتوں کو قتل یا پھانسی کی نماز کہا جاتا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ نے بدر والے دن حارث بن عامر کو قتل کیا تھا، سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ ان کے پاس قید میں رہے، مجھے عبید اللہ بن عیاض نے خبر دی کہ اسے حارث کی بیٹی نے بیان کیا کہ مشرکین سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے جمع ہوئے، تو انہوں نے غیر ضروری بال صاف کرنے کو مجھ سے استرا مانگا، میں نے انہیں استرا دے دیا، میری غفلت میں میرا بیٹا ان کے پاس چلا گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا، میں نے دیکھا، تو آپ اسے اپنی ران پر بٹھائے ہوئے تھے اور اُسترا ان کے ہاتھ میں تھا، میں اس قدر ڈر گئی کہ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ میرے چہرے سے گھبراہٹ پہچان کر فرمانے لگے: گھبراؤ نہیں، میں آپ کے بیٹے کو قتل نہیں کروں گا۔ اللہ کی قسم! میں نے خبیب رضی اللہ عنہ سے بہتر قیدی کبھی نہیں دیکھا، اللہ کی قسم! ایک دن میں نے دیکھا کہ انگور کے خوشے ان کی ہاتھ میں ہیں اور وہ انگور کھا رہے ہیں، حالانکہ مکہ میں کوئی پھل نہ تھا اور خبیب لوہے میں جکڑے ہوئے تھے، وہ کہا کرتی تھیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا رزق تھا، جو اس نے کو دیا، مشرکین سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے حرم سے نکلے، تو سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: دو رکعت ادا کرنے کا وقت دو، انہوں نے وقت دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دو رکعتیں ادا کیں اور فرمایا، اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ تم

مجھے ڈرپوک خیال کرو گے، تو میں انہیں لمبا کرتا، پھر آپ رضی اللہ عنہ کو حارث کے بیٹے نے شہید کر دیا، وہ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ تھے، جنہوں نے ہر اس مسلمان کے لیے دو رکعت کی سنت جاری کی، جسے باندھ کر شہید کیا جائے۔''

(صحيح البخاري : 3045)

سوال: کیا سزا میں سولی چڑھانا جائز ہے؟

جواب: سولی کی سزا دینا شرعاً جائز ہے، مگر یاد رہے کہ جس جرم کی سزا اور حد شریعت نے مقرر کر دی ہے، اس جرم میں وہی سزا دی جا سکتی ہے، کوئی دوسری نہیں، مثلاً اسلام نے شادی شدہ زانی کی سزا ''رجم'' مقرر کی ہے، تو اسے رجم ہی کیا جائے گا، کوئی دوسری سزا جیسے ''سولی دینا'' یا ''گولی سے مارنا'' وغیرہ جائز نہیں۔

سوال: جو مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے دی گئی تھی، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن کریم نے واضح خبر دی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی نہیں دی گئی، نہ انہیں قتل کیا گیا، نیز اس پر اجماع بھی ہے، تو اس نصِ قطعی کے بعد اگر کوئی عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دیے جانے کا عقیدہ رکھے، تو یہ ''ارتداد'' ہے۔ ایسے شخص سے توبہ کرائی جائے گی، توبہ کر لے، تو درست، ورنہ مرتد ہو جائے گا، جس کی سزا قتل ہے۔

سوال: جو مسلمان اپنے گھر میں صلیب لگائے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: صلیب نصاریٰ کا مذہبی شعار ہے، جس کے پیچھے ایک کفریہ عقیدہ پنہاں ہے، اگر کوئی مسلمان جان بوجھ کر صلیب نصب کرے، تو یہ کفر ہے، ایسے مسلمان کو روکا جائے گا اور توبہ کا کہا جائے گا، اگر باز آ جائے، تو درست، ورنہ ارتداد لازم آئے گا۔

(سوال): بت بنا کر فروخت کرنا کیسا ہے؟

(جواب): ہندو وغیرہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں، ان کی پوجا کے لیے ''صنم'' فروخت کرنا حرام ہے، بلکہ ان کے کفر وشرک پر معاونت ہے، اس کی قطعاً اجازت نہیں، بلکہ جو مسلمان ایسا کرے، اس پر کفر کا خطرہ ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدة : 2)

''نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے کام پر کسی کا ہاتھ نہ بٹایا کریں۔''

(سوال): اُون کے کپڑے پہننا کیسا ہے؟

(جواب): اُون کے کپڑے بھیڑ کے بالوں سے تیار کیے جاتے ہیں، ان کا استعمال جائز ہے۔ احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

❁ نبی کریم ﷺ نے اُون کا بنا ہوا جبہ زیب تن فرمایا۔

(صحيح البخاري : 5799)

(سوال): رمضان کے روزوں کی قضا کب دینی چاہیے؟

(جواب): جس کے رمضان کے روزے رہ جائیں، وہ رمضان گزرنے کے بعد اگلے رمضان سے پہلے پہلے جب چاہے، قضائی دے سکتا ہے۔ اس میں توسع ہے۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (البقرة : ١٨٥)

''دوسرے دنوں میں (رمضان کے روزوں کی) گنتی پوری کرلیں۔''

❁ علامہ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۴۱۴ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ أُمِرَ بِالْقَضَاءِ مُطْلَقًا عَنْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ فَلَا يَجُوزُ تَقْيِيدُهٗ بِبَعْضِ الْأَوْقَاتِ إِلَّا بِدَلِيلٍ .

''روزوں کی قضا کا بغیر کسی وقت معین کے، مطلق حکم دیا گیا ہے، لہٰذا اسے بغیر دلیل کے کسی وقت کے ساتھ خاص کرنا جائز نہیں۔''

(مِرعاة المَفاتيح : 23/7)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ، فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ .

''مجھ پر رمضان کے روزوں کی قضا ہوتی، میں انہیں شعبان سے پہلے نہ رکھ سکتی تھی۔''

(صحيح البخاري : 1950، صحيح مسلم : 1146)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي تَأْخِيرِ عَائِشَةَ قَضَاءَ مَا عَلَيْهَا مِنْ صِيَامِ رَمَضَانَ دَلِيلٌ عَلَى التَّوْسِعَةِ وَالرُّخْصَةِ فِي تَأْخِيرِ ذٰلِكَ وَذٰلِكَ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ شَعْبَانَ أَقْصَى الْغَايَةِ فِي ذٰلِكَ .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا رمضان کے روزوں کی قضا تاخیر سے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ قضا میں وسعت ہے اور اس میں تاخیر جائز ہے، نیز یہ روایت دلیل ہے کہ اس بارے میں تاخیر کی انتہا ماہِ شعبان ہے۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد : 149/23)

سوال: روزے دار کے منہ میں آنسو کے ایک دو قطرات داخل ہو گئے، تو روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: روزہ باقی ہے۔

سوال: روزے کی حالت میں بیوی سے بوس و کنار کی اور انزال ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں روزہ نہیں ٹوٹا۔

سوال: روزے دار نے منہ کھولا، تو اس کے منہ میں کوئی چیز داخل ہو کر حلق میں چلی گئی، تو روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: روزہ برقرار ہے۔

سوال: مندرجہ ذیل حدیث کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوا فِي الدُّنْيَا .

''جائیدادیں مت بنائیں، ورنہ آپ دنیا کے ہو کر رہ جائیں گے۔''

(سنن التّرمذي : 2328، المستدرك للحاكم : 7910)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

جواب: اس حدیث کی سند ''حسن'' ہے۔

سوال: نماز عشاء سے پہلے چار رکعت سنتیں ادا کرنا کیسا ہے؟

جواب: نماز عشا سے پہلے چار رکعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں۔

❀ مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

''البتہ اربع قبل العشاء کے ثبوت میں کوئی حدیث معروف کتب حدیث میں نہیں ملتی، تمام فقہائے حنفیہ «أَرْبَعَ قَبْلَ الْعِشَاءِ» کوسنن غیر رواتب میں بالالتزام ذکر کرتے ہیں، کبیری شرح منیۃ المصلی میں دلیل کے طور پر یہ حدیث ذکر کی ہے کہ: مَنْ صَلّٰی قَبْلَ الْعِشَاءِ أَرْبَعًا يَتَهَجَّدُ مِنْ لَيْلَتِهٖ ...... الخ اور سنن سعید بن منصور کا حوالہ دیا ہے، لیکن علامہ بنوری نے معارف السنن (۱۱۵/۴) میں ثابت کیا ہے کہ یہاں صاحبِ کبیری کو تسامح ہوا ہے، اصل حدیث یوں ہے کہ «مَنْ صَلّٰی قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا كَأَنَّمَا تَهَجَّدَ مِنْ لَيْلَتِهٖ» لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں۔''

(درس ترمذی:۲/۱۹۶۔۱۹۷)

❀ امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط (۶/ ۲۵۴، ح:۶۳۳۲) میں سعید بن منصور کی سند سے یہ الفاظ بیان کیے ہیں:

مَنْ صَلّٰی قَبْلَ الظُّهْرِ ....

اس کی سند ''ضعیف'' ہے، ناہض بن سالم باہلی کی توثیق نہیں مل سکی۔

❀ الدرایۃ لابن حجر میں غلطی سے مَنْ صَلّٰی قَبْلَ الْعِشَاءِ ...... چھپ گیا ہے، جس سے بعض لوگ خطا کھا گئے۔

یہ روایت: مَنْ صَلّٰی قَبْلَ الْهَاجِرَةِ کے الفاظ سے بھی آئی ہے۔

(مسند الرّوياني : 413، شعب الإيمان للبيهقي : 8935)

اس کی سند ''ضعیف'' ہے، منصور بن عبداللہ (یا عبدالرحمٰن) کی توثیق نہیں مل سکی۔

۞ جناب انور شاہ کشمیری صاحب لکھتے ہیں:

فِي الْأَرْبَعِ قَبْلَهٗ ضَعِيْفٌ .

''عشاء سے پہلے چار رکعت کے بارے میں روایت ضعیف ہے۔''

(العَرف الشّذي :101/1)

جب اس روایت کا سرے سے وجود ہی نہیں، تو اس کے ضعیف ہونے کا کیا معنیٰ؟

۞ علامہ یوسف بنوری (۱۳۹۷ھ) لکھتے ہیں:

''علامہ انور کاشمیری کے اس قول: ''عشاء سے پہلے اور بعد میں چار رکعت پڑھنی چاہئیں۔'' سے استدلال کیا گیا ہے، میں نے سوچا کہ شاید حافظ قاسم بن قطلو بغا نے اپنی کتاب 'الاختیار' میں عشا سے پہلے چار رکعت کے ثبوت میں حدیث پیش کی ہو، چنانچہ میں نے محدث شیخ ابوالوفا افغانی رئیس دائرہ احیاء المعارف نعمانیہ حیدرآباد دکن کو خط لکھا، ان کے پاس اس کتاب کے مخطوطہ کی فوٹو کاپی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ وہ اس مقام سے کتاب کا مطالعہ کریں، اس مقام کی طرف رجوع کرنے کے بعد انہوں نے کہا: ہم نے کتاب میں اس مقام کو بیاض (خالی) پایا ہے، اس کا مطلب یہ تھا کہ حافظ قاسم بن قطلو بغا جیسے متبحر اور ماہر عالم اس مسئلہ میں کوئی حدیث نہیں جان سکے، یہ وہ شخصیت ہیں، جنہوں نے حافظ جمال زیلعی کی تالیف 'تخریج احادیث الہدایۃ' پر بطور استدراک ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام انہوں نے «مُنِيَّةَ الْأَلْمَعِيِّ فِيْمَا فَاتَ مِنْ تَخْرِيْجِ أَحَادِيْثِ الْهِدَايَةِ لِلزَّيْلَعِيِّ» رکھا ہے، اس (علمی مقام) کے باوجود وہ اس مسئلہ پر کسی حدیث پر آگاہی حاصل نہیں کر سکے۔ دوسری

طرف حنفیوں کے کتابیں عشا سے پہلے چار رکعات کو مسنون کہنے میں ہمنوا ہیں، ہوسکتا ہے احناف کی دلیل ہمارے ائمہ کرام کی کتب مخطوطہ یا ضائع شدہ کتابوں میں ہو۔ واللہ اعلم۔''

(معارف السّنن : 4/115)

قبل از عشا چار رکعات کو مسنون کہنا بے دلیل ہے۔

فائدہ نمبر: ①

❁ سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ .

''صحابہ و تابعین عشا سے پہلے چار رکعت مستحب سمجھتے تھے۔''

(مختصر قيام اللّيل لمحمد بن نصر المروزي، ص 58)

یہ قول بے سند ہونے کی وجہ سے نا قابل التفات ہے۔

فائدہ نمبر ②

نماز عشاء سے پہلے تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو کی دو، دو رکعت ادا کی جاسکتی ہیں۔

سوال: نماز عاشوراء کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: عاشوراء یعنی دس محرم کو عبادت کے لیے خاص کرنا بدعت ہے۔ صلاۃ عاشوراء کی مشروعیت پر کوئی دلیل باسند صحیح ثابت نہیں، البتہ موضوع (من گھڑت) اور سخت ضعیف روایات موجود ہیں۔

❁ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي عَاشُورَاءَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَيْرَ الصَّوْمِ، وَكَذٰلِكَ مَا

يُرْوٰى فِي فَضْلِ صَلَوَاتٍ مُّعَيَّنَةٍ فِيهِ فَهٰذَا كُلُّهٗ كَذِبٌ مَّوْضُوعٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ، وَلَمْ يَنْقُلْ هٰذِهِ الْأَحَادِيثَ أَحَدٌ مِّنْ أَئِمَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي كُتُبِهِمْ .

''روزے کے علاوہ عاشورا کے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں، اسی طرح اس ماہ کی مخصوص نمازوں کے بارے میں منقول روایات معرفت حدیث رکھنے والے محدثین کے نزدیک بالاتفاق جھوٹی اور من گھڑت ہیں، ائمہ محدثین میں سے کسی نے انہیں اپنی کتابوں میں نقل نہیں کیا۔''

(مِنهاج السّنّة : 433/7)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ وَسَّعَ عَلٰى عِيَالِهٖ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي سَائِرِ سَنَتِهٖ .

''جس نے عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر وسعت کی، اللہ تعالیٰ اسے سارا سال وسعت عطا کر دے گا۔''

(المعجم الكبير للطّبراني : 10007، شعب الإيمان للبيهقي : 3513)

جواب: یہ جھوٹی روایت ہے۔

① ہیصم بن شداخ سخت ضعیف ہے۔

② علی بن ابی طالب بزاز مجروح راوی ہے۔

③ اعمش کا عنعنہ ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو من گھڑت قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال : 158/3)

یہ حدیث دیگر صحابہ سے بھی مروی ہے، مگر وہ تمام سندیں بھی ضعیف ہیں۔

سوال: زیر ناف بالوں کو کتنے دنوں میں صاف کرنا چاہیے؟

جواب: مرد و زن کی شرم گاہ اور اس کے گرد اُگنے والے بال زیر ناف کہلاتے ہیں، انہیں صاف کرنا فطرت ہے۔ طبی اعتبار سے کئی فوائد بھی ہیں، ان کی کم سے کم مدت مقرر نہیں، البتہ زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔ چالیس دنوں سے تجاوز جائز نہیں۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفِ الْإِبِطِ، وَحَلْقِ الْعَانَةِ، أَنْ لَّا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لبیں لینے، ناخن کاٹنے، بغل کے بال اکھاڑنے اور زیر ناف بال صاف کرنے کی آخری حد چالیس دن رکھی ہے کہ اس سے زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔''

(صحیح مسلم : 258)

❀ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

اَلْأَفْضَلُ أَنْ يُقَلِّمَ أَظْفَارَهٗ وَيُحْفِيَ شَارِبَهٗ وَيَحْلِقَ عَانَتَهٗ وَيُنَظِّفَ بَدَنَهٗ بِالْاغْتِسَالِ فِي كُلِّ أُسْبُوعٍ مَّرَّةً فَإِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَفِي كُلِّ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَّلَا يُعْذَرُ فِي تَرْكِهٖ وَرَاءَ الْأَرْبَعِينَ ...... وَلَا عُذْرَ فِيمَا وَرَاءَ الْأَرْبَعِينَ وَيَسْتَحِقُّ الْوَعِيدَ .

''افضل یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک دفعہ ناخن کاٹے جائیں، لبیں لی جائیں، زیر

ناف بال صاف کئے جائیں اور غسل کیا جائے، اگر ایسا نہ کر پائے، تو پندرہ دن بعد کر لے، چالیس دن تک بھی اگر ایسا نہیں کرتا، تو عذر قبول نہیں، بلکہ وعید کا مستحق ٹھہرے گا۔''

(فتاویٰ عالمگیری: 357/1)

❁ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

كُرِهَ تَرْكُهُ تَحْرِيمًا وَّلَا عُذْرَ فِيمَا وَرَاءَ الْأَرْبَعِينَ وَيَسْتَحِقُّ الْوَعِيدَ .

''چالیس دن کے بعد بھی زیر ناف صاف نہ کرنا مکروہ تحریمی ہے، ایسا کرنے والا وعید کا مستحق ہو جاتا ہے۔''

(فتاویٰ شامی: 407/6)

سوال: زیر ناف بال صاف کرنے کے لیے کریم کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: زیر ناف بالوں کی صفائی کے لیے لوہے کا آلہ یا کریم کا استعمال کیا جائے، ٹریٹ والوں کا پاکی ریزر، جو خشک جلد پر استعمال ہوتا ہے، زیادہ بہتر ہے۔ مرد و عورت کے لئے یکساں مفید ہے۔ اس میں وقت بھی زیادہ صرف نہیں ہوتا۔ زخم لگنے کا اندیشہ بھی نہیں ہے، خصوصا شوگر کے مریضوں یا بڑے پیٹ والوں کے لئے آسانی ہے۔ اس کا یہ فائدہ بھی ہے کہ جلد کا کلر بھی خراب نہیں ہوتا، کریموں میں ایسے کیمیکل ہوتے ہیں، جو جلد کو داغدار کر دیتے ہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

الْفِطْرَةُ خَمْسٌ، أَوْ خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ الْخِتَانُ، وَالْاِسْتِحْدَادُ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ .

''پانچ چیزیں فطرت ہیں؛ ختنے کروانا، لوہے کا استعمال (زیر ناف کی صفائی کے لئے)، بغل کے بال اکھاڑنا، ناخن کاٹنا اور مونچھیں پست کرنا۔''

(صحيح البخاري : 5889، صحيح مسلم : 257)

سوال: کیا عدت وفات شوہر گزارنا فرض ہے؟

جواب: بیوہ پر چار ماہ دس دن عدت وفات شوہر گزارنا فرض ہے۔ قرآن کریم نے عدت گزارنے کا حکم دیا ہے۔ بیوہ کو چاہیے کہ دوران عدت چادر چار دیواری میں رہے اور زیب وزینت نہ کرے، نیز آگے نکاح بھی نہیں کرسکتی۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾(البقرة : ٢٣٤)

''تم میں جو وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، تو وہ عورتیں چار ماہ دس تک عدت میں رہیں، جب وہ مقررہ مدت مکمل کرلیں، تو وہ عمدگی کے ساتھ جو کریں، اس میں تم پر کوئی حرج نہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔''